روبینہ شاہین
اسسٹنٹ پروفیسر (اُردو)، گورنمنٹ اسلامیہ کالج برائے خواتین، لاہور کینٹ
ڈاکٹر صائمہ شمس
ایسوسی ایٹ پروفیسر (اردو)، گورنمنٹ ایسوسی ایٹ کالج برائے خواتین، گلبرگ

Rubina Shaheen
Assistant Professor, govt. Islamia College for Women , Lahore Cantt

Dr. Saima Shams
Associate Professor, govt. Associate College for Women, Gulberg, Lahore

خواجہ میر دردؔ کی شاعری کا استفہامیہ انداز

The Interrogational style of Khawaja Mir Dard's poetry

Abstract :Interrogative style of poetry used in the Ghazals of Khawaja Mir Dard describe various topics of life and the universe, characterized by the rich qualities of Ghazals such as simplicity, modesty, sentimentalism, and fascination. He has adopted an intriguing interrogative style in Urdu Ghazal poetry, which covers a range of traditional topics such as Sufism, divine and mundane love, the philosophy of beauty and passion, the meaninglessness of life, the eternity of death, and the philosophy of sorrows and happiness. This style includes the use of imperative, affirmative, and negative queries to explore these themes in depth. Irrespective of the topic, incorporation of purity and cleanliness in his poetry, reveals his true, spiritual and passionate nature. His investigative approach, combined with a sense of curiosity, exploration, confusion and scepticism, delves into the intricacies of realities which cause tranquility of heart and equanimity of mind. Mir Dard's interrogative style of poetry made him stand out among his contemporaries. Undoubtedly, his interrogative style of poetry has earned him a prominent position among the Urdu Ghazal poets, thereby elevating the significance of Urdu poetry as a whole.

Key words: sentimentalism, interrogative style, Affirmative interrogation and Nagative interrogation in Khawaja Meer Dard's Ghazal

خواجہ میر دردؔ کا استفہامیہ کلام اپنی سادگی، سلاست اور روانی کی وجہ سے ایسی تاثیر رکھتا ہے کہ ہر شعر دل میں پیوست ہو جاتا ہے۔ اُن کا سادہ اندازِ بیان جادو کا اثر رکھتا ہے۔ سادہ شخصیت اور قلندرانہ شان کی وجہ سے اُن کے استفہامیہ کلام میں کسی قسم کی بناوٹ اور تکلف

نہیں پایا جاتا۔ اس ضمن میں عشقیہ خیالات، اخلاق اور تصوّف کے مسائل کی بہترین عکاسی کی ہے۔ ان کے ذہن میں ایک کشمکش محسوس ہوتی ہے جو انھیں بے چین رکھتی ہے اور پھر وہ تشکیک کا لہجہ اختیار کر لیتے ہیں اور یوں اُن کا استفہامیہ انداز فکر و فن کی بلندیوں کو چھوتا نظر آتا ہے۔

ذیل میں استفہام کی تینوں اقسام مثلاً استفہام استخباری استفہام اقراری اور استفہام انکاری کے حوالے سے دردؔ کی غزل کا جائزہ لیتے ہیں۔

استفہام استخباری:

دردؔ کا تصوّرِ عشق بہت پاکیزہ ہے۔ انھوں نے محبوب کو ہمیشہ عزت دی۔ اُن میں حسرت، تشنگی، حیرت اور جذبۂ عاشقی کی لہریں رواں ہیں جن کی مدد سے استفہامیہ اشعار میں تاثیر و توانائی پیدا ہوتی ہے۔ اُن کے اردو دیوان میں نصف اشعار عشقِ مجازی پر مبنی ہیں تاہم عشق، معاشرتی انتشار اور باطنی اضطراب دوش بدوش چلتے ہیں۔ عشقِ مجازی میں ہمیں اُن کی آرزوئیں، جذبات و احساسات، اضطراب، احساس جسم اور جسم کی خواہش کے ساتھ ساتھ عشق کی تباہ کاریاں، دل کی تڑپ اور حسن کی لذّت صاف دکھائی دیتی ہے۔ اسی وجہ سے اُن کے استفہامیہ کلام میں ''دل'' بہت اہمیت کا حامل ہے:

دل کس کی چشمِ مست کا سرشار ہو گیا
کس کی نظر لگی جو یہ بیمار ہو گیا (۱)

مانند فلک دل متوطّن ہے سفر کا
معلوم نہیں اس کا ارادہ ہے کدھر کا (۲)

نہیں معلوم کیا ہو گا یہ دل اُس زلف میں الجھا
جہاں اے درد ایسے تو ہزاروں ہی لٹکتے ہیں (۳)

بسا ہے کون ترے دل میں گلبدن اے دردؔ
کہ بو گلاب کی آئی ترے پسینے سے (۴)

دردؔ نے حُسن سے دل کے تعلق کو جوڑا ہے اور استفسار کرتے ہیں کہ دل کس کی نگاہوں پر سرشار ہو گیا؟ کس کی زلف میں الجھ گیا ایسا کون سا گل بدن اس دل میں بسا کہ یہ سفر کو چل دیا، کدھر کا ارادہ ہے؟ تجاہلِ عارفانہ کا انداز قابلِ تحسین ہے۔ دردؔ کے ہاں حُسن کے حوالے سے بہت وسعت پائی جاتی ہے۔ وہ محبوب کے علاوہ کائنات کے حُسن پر بھی فریفتہ ہیں۔ اُن کے غیر مرئی عشق کے حوالے سے ڈاکٹر وحید اختر لکھتے ہیں:

"دردؔ کی شاعری کے اس حصّے کی ایک خصوصیت یہ بھی محسوس ہوتی ہے کہ شاعر جو حق و صداقت کی راہوں پر جادہ پیما ہے۔ اُسے کائنات کے ہر ذرّے میں لازوال حسن کے پرتو نظر آتے ہیں۔ اس مرحلے میں اس کا منصب تخلیق حسن بھی ہے اور حسن کے مظاہر کی تلاش و جستجو بھی ہے۔" ۵؎

دردؔ کا عشق انسانی زندگی کے اس جذباتی اور جمالی رشتے کی ایک داستان ہے۔ اس میں مجازی اور دنیاوی رنگ و آہنگ بہت نمایاں ہے۔ جہاں اُن کے کلام میں مسائلِ تصوف و معرفت کا بیان ہے وہیں تغزّل کے دوسرے جوہر بھی دکھائی دیتے ہیں۔ معاملات محبت کے بیان میں دردؔ کی سپردگی و محویت، سنبھلی ہوئی کیفیت، ضبط و توازن، نرم لہجہ اور پر خلوص جذبات، غم برداشت کرنے کی صلاحیت واضح ہے:

تو کب تیئں مجھ ساتھ مری جان ملے گا
ایسا بھی کبھو ہو گا کہ پھر آن ملے گا (۶)
وہ مرے چاہنے کو کیا جانے
یہ سندیسا سنا دیا کس نے (۷)

دردؔ کا استفسار عاشق سے محبوب کی ملاقات پر مبنی ہے۔ پر وہ تو اس کی چاہت کو جانتا تک نہیں یہ پیغام کس نے پہنچادیا؟ دردؔ کا تجسس آمیز لہجہ اُن کے استفہامیہ انداز کو دل چسپی فراہم کرتا ہے۔ اسی طرح دردؔ کو حقیقی صوفی شاعر سمجھنے کے لیے اُن کے صوفیانہ کلام کے ساتھ ساتھ ان کے عام عاشقانہ اشعار کا مطالعہ بھی ضروری ہے جس سے اُن کا عاشقانہ مزاج، شوخی اور مادی و جسمانی عشق اور زندہ دلی نمایاں ہوتی ہے:

نے خانۂ خدا ہے نہ ہے یہ بتوں کا گھر
رہتا ہے کون اس دلِ خانہ خراب میں (۸)
دل دے چکا ہوں اس بتِ کافر کے ہاتھ میں
اب میرے حق میں دیکھیے اللہ کیا کرے (۹)

دردؔ کا روایتی استفہام تجاہلِ عارفانہ کا رنگ لیے ہوئے ہے۔ محبوب کو بُت کہنا شعرا کا خاص انداز ہے۔ دردؔ کا استفہام استخباری کا انداز دل چسپ شوخی پر مبنی ہے جس میں حسن و عشق اور معاملہ بندی نمایاں ہے جو دردؔ کے عشقِ مجازی کی مختلف پرتوں کو کھولتا ہے۔

استفہام اقراری:

استفہام اقراری کے اشعار میں دردؔ کی طبیعت اور فطرت کا مثبت انداز اور ایک صوفی ہونے کے ناطے صبر و شکر اور استغنا کے اوصاف نمایاں ہیں۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ انھوں نے خوشی کے پردے میں چھپے غم کو دیکھ کر بھی مایوسی یا تلخی کا اظہار نہیں کیا بل کہ اس کو زندگی کی ایک حقیقت سمجھ کر قبول کر لیتے تھے۔ صدمات عشق سے گریہ و نالہ اور سوز و گداز شاعری میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ ان کی عشقیہ شاعری میں ہمیں ہجر کا دکھ، محبوب کی یاد، اس کی کج روی اور ظلم و ستم صاف دکھائی دیتا ہے جس پر شاعر کا استفسار اقرار میں تبدیل ہو جاتا ہے:

ہم نے کس رات نالہ سر نہ کیا
پر اُسے آہ نے اثر نہ کیا (۱۰)

پی گئی کتنوں کا لوہو تیری یاد
غم ترا کتنے کلیجے کھا گیا (۱۱)

اذیّت، مصیبت، ملامت، بلائیں
ترے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا (۱۲)

حال مرا نہ پوچھیے، میں جو کہوں، سو کیا کہوں
دل ہے جو ریش ریش ہے، سینہ سو داغ داغ ہے (۱۳)

دردؔ کی استفہامیہ شاعری کی نمایاں خصوصیات اثر آفرینی اور دردمندی ہیں۔ سادگی اور حقیقت نگاری کے پردے میں دردؔ و اثر اور سوز و گداز پنہاں ہے۔ ان کی یہی نرم و ملائم طرزِ فکر ان کی قلبی کیفیات کی عکاسی کرتی ہے۔

مرگ و حیات کے تصوّر پر دردؔ کے استفہامیہ اشعار اس قدر زبان زدِ خاص و عام ہوئے کہ ضرب الامثال کا درجہ اختیار کر گئے۔ دردؔ جانتے تھے دنیا میں نہ انسان باقی رہے گا نہ دنیا کا حسن تو پھر اس دنیا میں رہنے کی خواہش کیا کریں؟ وہ زندگی کی مشکلات اور پریشانیوں کے باوجود اس سے پیار کرتے تھے۔ دردؔ کی شاعری کا سوز و گداز اور سادگی ان کے تصوّر مرگ و حیات میں خوب نکھر کر سامنے آئے۔ دردؔ کا تصورِ حیات اس روایتی متصوفانہ فکر سے مختلف ہے جو قنوطیت یا جمود کا مجموعہ ہے۔ دردؔ نے عملاً عرفانِ ذات کی منازل طے کی ہیں اور اس طرح عرفانِ الٰہی تک جا پہنچے۔ ان کے اشعار میں ایک تحیّر اور ایک حُزن آلود استفسار ہے۔ شمس الرحمن فاروقی دردؔ کے تصوّرِ زیست اور دنیا کی بے ثباتی کو اپنی ناقدانہ رائے میں یوں بیان کرتے ہیں:

''دردؔ تشکیک اس کی اس منزل سے بھی آگے ہیں جہاں ابھی یہ تصفیہ نہیں ہو سکا کہ عالم قدیم ہے کہ حادثات اور مادیت کی اس سطح پر پہنچ گئے ہیں جہاں اپنے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔''(۱۴)

دردؔ کے درج ذیل اشعار اس تنقیدی رائے کی تصدیق کریں گے:

ہر چند کہنہ سال ہے دنیا تو کس قدر
آتی ہے پر نظر میں سبھوں کی جواں ہنوز (۱۵)

ہمارے پاس ہے کیا جو کریں فدا تجھ پر
مگر یہ زندگی مستعار رکھتے ہیں (۱۶)

صورتیں کیا کیا ملی ہیں خاک میں
ہے دفینہ حسن کا زیرِ زمیں (۱۷)

دردؔ اپنے فلسفۂ زندگی کے حوالے سے زندگی سے وابستہ رہنا چاہتے ہیں اور غم کو زندگی کا حصّہ سمجھ کر قبول کرتے ہیں اور خدا کی رضا میں راضی رہتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ موت سے ڈرتے نہیں، حالات سے گھبراتے نہیں بل کہ زندگی گزارنے کا ڈھب سیکھتے ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی دردؔ کے اس تصوّر کے بارے میں لکھتے ہیں:

''موت محض ایک سوال ہے، ایک الجھن ہے لیکن اگر انسان خدا میں گم ہو کر وجودِ مطلق سے پیوست ہو جائے تو پھر وہ ابدی زندگی سے ہم کنار ہو جاتا ہے۔ اسی لیے دردؔ کے ہاں مرگ کا احساس ہمیں ڈھاتا نہیں ہے بلکہ زندگی کو سمجھنے اور اس کا عرفان حاصل کرنے کا شعور عطا کرتا ہے۔'' (۱۸)

استفہام انکاری:

دردؔ کا استفہامیہ کلام اُن کی شخصیت کا آئینہ دار ہے اور اُن کے ماحول کی سچی ترجمانی ہے۔ اس میں اُن کے زمانے کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے نشیب و فراز کسی نہ کسی طرح اپنی جھلک ضرور دکھاتے ہیں۔ یہ سنجیدہ شاعری ہے۔ اس میں لطافت، پاکیزگی، متانت، سنجیدگی، وقار اور رکھ رکھاؤ ہے:

آنسو کب تک کوئی پیے جاوے

اس محبت نے جی بہت کھایا (۱۹)

موردِ قہر تو یاں ہم ہی ہیں

اور کس پر یہ کرم کیجیے گا (۲۰)

کدھر بہکی پھرتی ہے اے بے کسی تو

تری جنس کا یاں خریدار میں ہوں (۲۱)

صدمات محبت کو مزید سہنے سے انکار کر رہے ہیں۔ محبوب کو بھی دردؔ کے علاوہ ظلم و ستم کے لیے کوئی نہ ملا اور نہ ہی بے کسی کو ان کے علاوہ کوئی ٹھکانہ ملا اور دردؔ اس غم کو بیان کرنے کے لیے خوب صورت استفہامیہ انداز اختیار کرتے ہیں جس کے بارے میں امتیاز احمد لکھتے ہیں:

> ''دوسری وجہ جو موجودہ دور میں دردؔ کو ہمارے لیے relevant بناتی ہے وہ دردؔ کی غزلوں کا Oblique Style ہے۔ اس Oblique Style میں دردؔ کا خاص انداز استفہامیہ ہے۔''۲۲

استفہامیہ اشعار میں دردؔ کا ایک خوب صورت انداز طنز کا ہے۔ یہ طنز روایتی ہے اور دوسرے شعرا سے منفرد کیوں کہ دردؔ کے طنز میں ہمیں کہیں کاٹ یا چبھن کا احساس نہیں ہوتا مثلاً اُردو غزل کے روایتی کرداروں پر یوں طنز کرتے ہیں کہ دل چسپی اور شوخی کے عناصر نمایاں ہوتے ہیں:

صورتوں میں خوب ہوں گی شیخ گو حورِ بہشت

پر کہاں یہ شوخیاں، یہ طور، یہ محبوبیاں (۲۳)

قاصد نہیں یہ کام ترا، اپنی راہ لے

اُس کا پیام دل کے سوا کون لا سکے (۲۴)

دردؔ کی شاعری میں عرفانِ معرفت کا رنگ بھی نمایاں ہے اور وہ دنیاوی عشق کے پہلوؤں کی ترجمانی معرفت اور حقیقت کے علامتی اور تمثیلی روپ میں کرتے ہیں۔ وہ بنیادی طور پر سچے صوفی، خدا کے عاشق اور پرستار تھے۔ اُن کی تمام زندگی عشقِ حقیقی میں ڈوبی ہوئی نظر آتی ہے۔ ہر دور کو ایک فکری سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر شخص کا ایک فلسفۂ حیات ہوتا ہے۔ خواہ شعوری یا نیم شعوری؛ اس فلسفے سے وہ اپنے اعمال کا جواز ڈھونڈتا ہے۔ دردؔ نے یہ سہارا تصوّف میں تلاش کیا اور استفہامیہ انداز سے اسے دل چسپ بنایا۔ ڈاکٹر سید عبداللہ دردؔ

کے اس رنگ پر اپنی ناقدانہ رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دردؔ کی شاعری اپنی ایک اور خصوصیت کی وجہ سے بھی ایک صوفی کی شاعری معلوم ہوتی ہے۔اور وہ ہے ان کے بہت سے اشعار کا سوالیہ انداز!" ۲۵

دردؔ نے کثرت سے استفہامیہ کلام میں، عشقِ حقیقی، جبر و اختیار، عقل و عشق، قلب و نظر، دلِ زندہ و دلِ مردہ، جزو و کل، وجودِ دانا، خودی، وحدت و کثرت، توکل، فقر، جلوت و خلوت اور صفائے قلب کو بیان کیا:

کیا فرق داغ و گل میں کہ جس گل میں بو نہ ہو
کس کام کا وہ دل ہے کہ جس دل میں تو نہ ہو (۲۶)

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے (۲۷)

کیا کام مجھے خوف و رجا سے کہ مرے پاس
ہے جان سو بے جان ہے، دل ہے سو غنی ہے (۲۸)

دردؔ نجیب الطرفین سیّد تھے سنی، حنفی اور راسخ الاعتقاد مسلمان تھے۔آئمہ معصومین اور اہلِ بیت سے بڑا والہانہ پیار رکھتے تھے۔اُن کا ماننا تھا کہ اللہ کا حسن آنکھوں سے او جھل ہے وہ اتنا دور ہے کہ اس تک پیغام پہنچنا ممکن نہیں اور نہ کوئی اس کی خبر عاشق کو دے سکتا ہے ہاں اگر کوئی اُس کی خبر لا سکتا ہے تو وہ عاشق کا دل ہے جس میں خدا کے جلوے سما جاتے ہیں اور وہ اس کی محبت کا بوجھ اٹھا لیتا ہے۔ جہاں ان کے استفہامیہ کلام میں مسائلِ تصوّف و معرفت کا بیان ہے وہیں تغزّل کے دوسرے جوہر بھی اتنی ہی آب و تاب سے جلوہ گر ہیں۔ ان کا استفہامیہ کلام ان کے گہرے عملی مشاہدے کو ظاہر کرتا ہے۔استفہامیہ اشعار میں زندگی اور کائنات کے کسی نہ کسی پہلو پر سوال اٹھایا ہے۔ حیرت سے حقیقت کا سفر طے کرتے ہیں ان کا استفہامیہ کلام ان کی مفکرّانہ اور عارفانہ جستجو کا علم بردار ہے۔

حوالہ جات

۱۔ خواجہ میر دردؔ دہلوی۔دیوان دردؔ۔ خلیل الرّحمٰن داؤدی (مرتّب)،لاہور: مجلسِ ترقّیِ ادب، طبع دُوّم،۱۹۸۸ء۔ ص۱۲۶

۲۔ ایضاً۔ ص۱۲۸

۳۔ ایضاً۔ ص۱۷۸

۴۔ ایضاً۔ ص۲۰۸

۵۔ وحید اختر، ڈاکٹر۔ خواجہ میر دردؔ تصوّف اور شاعری۔ علی گڑھ: انجمنِ ترقی اُردو ہند، ۱۹۷۱ء۔ ص۵۲

۶۔ خواجہ میر دردؔ دہلوی۔ دیوان دردؔ۔ ص۱۳۵

۷۔ ایضاً،۔ ص۱۹۶

۸۔ ایضاً۔ ص۱۶۵

۹۔ ایضاً۔ ص۲۳۷

۱۰۔ ایضاً۔ ص۱۲۲

۱۱۔ ایضاً۔ ص۱۲۹

۱۲۔ ایضاً۔ ص۱۳۱

۱۳۔ ایضاً۔ ص۲۱۶

۱۴۔ شمس الرحمٰن فاروقی، ''سیّد خواجہ میر دردؔ''، مضمون، مشمولہ، خواجہ میر دردؔ (تنقیدی و تحقیقی مطالعہ)، ثاقب صدیقی، انیس احمد (مرتّبین)، دلّی: مرکزی پرنٹرز چوڑاوالان، ۱۹۹۳ء۔ ص۱۹۶

۱۵۔ خواجہ میر دردؔ دہلوی۔ دیوان دردؔ۔ ص۱۵۱

۱۶۔ ایضاً۔ ص۱۶۰

۱۷۔ ایضاً۔ ص۱۸۰

۱۸۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر۔ تاریخ ادب اُردو (جلد دُوّم)، اٹھارویں صدی، لاہور: مجلسِ ترقی ادب، طباعت نہم، ۲۰۲۰ء۔ ص۵۷۹

۱۹۔ خواجہ میر دردؔ دہلوی۔ دیوان دردؔ۔ ص۱۲۰

۲۰۔ ایضاً۔ ص۱۲۱

۲۱۔ ایضاً۔ ص۱۶۷

۲۲۔ امتیاز احمد، ''دردؔ کو ہم کیوں پڑھیں (موجودہ دور میں دردؔ کی معنویت کا مسئلہ)''، مضمون، مشمولہ، خواجہ میر دردؔ (حیات و

خدمات)، رضا حیدر مرتّب)، نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۱۰۔ ص ۱۲۸

۲۳۔ خواجہ میر دردؔ دہلوی۔ دیوان دردؔ۔ ص ۱۷۷

۲۴۔ ایضاً۔ ص ۲۰۱

۲۵۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر۔ ولّی سے اقبال تک، (دردؔ کا صوفیانہ لب ولہجہ)''۔ لاہور: چمن بکڈپو مکتبہ خیابان ادب، ۱۹۷۶۔ ص ۱۲۲

۲۶۔ خواجہ میر دردؔ دہلوی۔ دیوان دردؔ۔ ص ۱۸۴

۲۷۔ ایضاً۔ ص ۲۰۱

۲۸۔ ایضاً۔ ص ۲۰۳